© rasailojaraid.com

دارالافتاء

حضرت مولانا جار اللہ ضیاء

حضرت خضر علیہ السّلام نبی تھے یا ولی؟

ضلع گوجرانوالہ سے ماسٹر بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں :

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں چند سوالات روانہ خدمت ہیں، امید ہے آپ تسلی بخش جواب تحریر فرما کر تشکریہ کا موقع دیں گے۔ سوالات درج ذیل ہیں :

(۱) حضرت خضرؑ نبی تھے یا ولی ؟

(۲) قرآنِ مجید بتلاتا ہے، آپؑ نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا، آپؑ کیسے یہ جان گئے کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر سرکشی کا مرتکب ہو گا ؟

(۳) اس لڑکے کا کیا قصور تھا یعنی ارتکابِ جرم کے بغیر سزا چہ معنی ؟

(۴) لڑکے کا خون کس کے ذمہ ہے، کیا اس کا قصاص ادا کیا گیا ؟

(۵) "یہ لڑکا بڑا ہو کر سرکشی کا مرتکب ہو گا" یہ الفاظ بتلاتے ہیں کہ شاید اس کی عمر زیادہ تھی، تو پھر وہ طبعی عمر تک زندہ کیوں نہ رہا ؟

(۶) خضرؑ کی زندگی کتنے برس تھی ؟ وفات کب اور کس جگہ ہوئی ؟ قبر مبارک کہاں واقع ہے ؟ ——— والسلام !

الجواب بعون الوھاب

(۱) حضرت خضرؑ کی شخصیت مسلمانوں میں اس اعتبار سے متنازع فیہ رہی ہے کہ وہ نبی تھے یا ولی ؟ نیز وہ ابھی تک زندہ ہیں یا انسانوں کے بارے میں قانونِ ایزدی کے مطابق اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ؟ ——— اور یہ اختلاف چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں اس وقت رونما ہوا جب عجمی تصوف کے علمبرداروں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں میں اس عقیدہ شنیعہ کو رواج دینا چاہا کہ معاذ اللہ اولیاء، علم وفضل اور ادراک و معرفت میں انبیاءؑ سے افضل ہوتے ہیں، اور وہ باطنی علوم و معارف کی وجہ سے علومِ ظاہری کے حامل (بشمول حضرات انبیاء علیہم السلام) جملہ انسانوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ انہی افکار کے نتیجہ میں قرآنِ مجید میں مذکور قصۂ موسیٰ و خضر (علیہما السلام) کے حوالے سے یہ بات مشہور کی گئی کہ حضرت خضر (علیہ السلام) چونکہ علمِ لدنّی کے حامل اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) صرف علومِ ظاہری سے آشنا تھے، اس لیے وہ حضرت خضر (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے نظر آتے ہیں[1]

مگر جیسا کہ ہم نے عرض کیا، یہ عقیدہ عجمی تصوّف کی پیداوار اور اس سے بعض مسلم صوفیاء کی اثر پذیری کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے چوتھی صدی ہجری سے قبل ایسے غیر حقیقت پسندانہ نظریات کا وجود نا پید رہا۔ بعد میں کچھ مہربانوں نے متعدد ایسی روایات کو وجود و فروغ بخشا، جن سے مذکورہ بالا عقیدہ کی نقلی تائید مقصود تھی[2]
اس کے برعکس اگر متعلقہ قرآنی آیات اور ان کے اسلوبِ بیان کو پیشِ نظر رکھا جائے تو راجح یہی امر نظر آتا ہے کہ حضرت خضرؑ ولی نہیں بلکہ نبی تھے۔ اس لیے کہ قرآنِ مجید نے جس انداز میں ان کے شرف کا ذکر کیا ہے، وہ مقامِ نبوت پر ہی صادق آتا ہے، اور مقامِ ولایت ان سے فروتر ہے۔ مثلاً حضرت خضرؑ نے غلام کے قتل کی وجہ یوں بیان کی ——— قرآنِ مجید کے الفاظ میں:

"وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي" (الکہف: ۸۲)

کہ "یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا۔"

اور ظاہر ہے کہ کسی ولی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ الہام کے ذریعہ کسی کو قتل کر دے اس لیے کہ الہام میں غلطی کا امکان ہے اور وہ شرعی حجت نہیں۔ لہٰذا امورِ تکوینیہ میں سے ایک ایسا امر، جو بظاہر نہایت قبیح اور بہت بڑا جرم ہے، صرف وحیِ الٰہی

---

[1] قصۂ موسیٰؑ و خضرؑ کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ الکہف آیت ۶۰ تا ۸۲
[2] دیکھئے: الاصابۃ: ۱/۴۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ذریعہ ہی انجام پا سکتا ہے۔ نیز حضرت موسیٰ و خضر (علیہما السلام) کے درمیان گفتگو کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہ بھی ان کے نبی ہونے کی تائید کرتا ہے، اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولو العزم پیغمبر، حضرت خضرؑ کی معیّت اور ان کے علمِ تکوینی کے مشاہدے کے لیے اصرار کرتے ہیں، اور تبھی حضرت خضر (علیہ السلام) جرأت کے ساتھ اپنے علم اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان موازنہ کرتے ہیں۔[1]

علاوہ ازیں بعض صحابہ کرامؓ، محدّثین اور مفسرین کی تصریحات اور ان کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیا جائے تو اس امر کو مزید تقویت ملتی ہے کہ خضر (علیہ السلام) نبی تھے نہ کہ ولی۔ مثلاً:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"اِنَّهٗ نَبِیٌّ غَیْرُ مُرْسَلٍ"

"حضرت خضر علیہ السلام غیر مرسل نبی تھے۔"

۲۔ ثعلبی کہتے ہیں:

"هُوَ نَبِیٌّ فِیْ سَائِرِ الْاَقْوَالِ"

"وہ جملہ اقوال (معتبرہ) کی رُو سے نبی تھے۔"

۳۔ وہب بن منبّہ، ابو الحسن الرمانی وغیرہما بھی ان کے نبی ہونے کی صراحت کرتے ہیں۔[2]

۴۔ مشہور مفسر قرطبی فرماتے ہیں:

"هُوَ نَبِیٌّ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَالْاٰیَةُ تَشْهَدُ بِذٰلِكَ"[3]

"وہ جمہور کے نزدیک نبی ہیں۔ اور آیاتِ قرآنیہ بھی اس امر کی شاہد ہیں۔"

۵۔ ابو حیان رقمطراز ہیں:

"وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّهٗ نَبِیٌّ"[4]

"جمہور کے نزدیک وہ نبی تھے۔"

۶۔ امام شوکانی نے تصریح کی ہے:

---

[1] سیوہاروی، قصص النبیین ۱/ ۵۴۵ [2] الاصابۃ ۱/ ۴۳۰، ۴۳۱۔ [3] ایضاً

[4] البحر المحیط ۶/ ۱۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" وَقَدْ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ إِلَى اَنَّ الْخِضْرَ كَانَ نَبِيًّا "[۱]

"جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ نبی تھے"

جمہور نے اپنے مسلک کی تائید میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ سے بھی استنباط کیا ہے:

۱۔ " فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ الآیۃ "

(الکہف: ۶۵)

"(وہاں) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت دی تھی۔"

بایں طور کہ رحمت سے مراد نبوت ہے، جیسا کہ آیۂ ذیل میں "رحمت" سے مراد بالاتفاق "نبوت" ہے:

" اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۔ الآیۃ!" (الزخرف: ۳۲)

"کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟"

۲۔ " وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا " (الکہف: ۶۵)

"اور ہم نے اسے اپنے ہاں سے علم دیا تھا۔"

آیت اس امر کی مقتضی ہے کہ انہیں یہ علم بغیر کسی انسانی واسطہ کے ملا تھا۔

۳۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ الآیۃ!" (الکہف: ۶۶)

"موسیٰ ؑ نے ان (خضر ؑ) سے کہا کہ جو علم (خدا کی طرف سے) آپ کو سکھایا گیا ہے اگر آپ اس میں سے مجھے کچھ بھلائی (کی باتیں) سکھائیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں"۔

اور ظاہر ہے نبی، غیر نبی سے علم حاصل نہیں کرتا۔

۴۔ " وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ۔ الآیۃ!" (الکہف: ۸۲)

"میں نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں (بلکہ خدا کی رضا سے) کیا ہے۔"

اور یہ ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے[۲]

اس بارے ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) ولی تھے اور

---

[۱] فتح القدیر ۳/۳۰۴ [۲] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہی نبی، بلکہ وہ ایک فرشتہ تھے جو کہ انسانی روپ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیقِ سفر بنے اور کئی امورِ غیبیہ سے پردہ اٹھایا۔ اس روایت کو ابنِ کثیرؒ نے ماوردی کے حوالے سے نقل کیا ہے:[1]

"وَقِيلَ كَانَ مَلَكًا نَقَلَهُ الْمَاوَرْدِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ"

"اور کہا گیا ہے کہ وہ (خضر علیہ السلام) فرشتہ تھے۔ اسے ماوردی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔"

مگر یہ محض ایک قول ہے جس کی کسی بھی عقلی اور نقلی دلیل سے تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی تردید قصہ موسیٰ علیہ السلام و خضرؑ کے ضمن میں وارد احادیثِ صحیحہ کے اُن الفاظ سے ہوتی ہے جو کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے یوں منقول ہیں:

"سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ "أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ"؟ فَقَالَ "أَنَا أَعْلَمُ"[2]

کہ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، موسیٰ (علیہ السلام) خطبہ دینے کے لیے بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے تو ان سے سوال کیا گیا "النّاس" (انسانوں) میں کون سب سے بڑا عالم ہے؟" تو انھوں نے فرمایا؟ "میں!"

حدیث کے الفاظ (النّاس) اس امر پر صریح اور واضح دلالت ہیں کہ یہاں علمی تقابل انسانوں کے درمیان ہو رہا ہے نہ کہ فرشتے اور انسان کے درمیان!

(۲) نصِ قرآنی اس امر کی شاہد ہے کہ خضر علیہ السلام نے دورانِ سفر ایک (غلام) کو قتل کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ ۔ الآیۃ!" (الکہف: ۷۴)

"پھر دونوں چلے۔ یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضرؑ نے) اسے مار ڈالا۔"

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۹۹

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی ج۱۵ ص۱۳۷ (بابُ فضائلِ الخضرِ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور علت یہ بیان کی کہ مستقبل میں اس کے سرکشی اور کافرانہ طرزِ حیات اپنانے کا اندیشہ تھا:

"وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۔ الآیۃ!" (الکھف: ۸۰)

"اور وہ جو لڑکا تھا، اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔"

لیکن کیا کسی کا مستقبل میں ارتکابِ جرم مستوجبِ قتل ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں مفسرین کی آراء مختلف نظر آتی ہیں۔ چنانچہ:

ایک قول یہ ہے کہ مقتول بالغ اور مکلف تھا اور اس نے کئی ایسے جرائم کا ارتکاب کیا تھا جو اس کے قتل کا جواز فراہم کرتے تھے۔ اور اگر اسے مزید مہلت دی جاتی تو وہ مزید فتنہ و فساد کا موجب بنتا۔ لہٰذا اس کا قتل کرنا عین انصاف تھا۔ اس قول کے قائلین کے نزدیک قرآنِ مجید یا حدیثِ نبوی میں اس امر کی صراحت موجود نہیں ہے کہ مقتول نابالغ تھا، قرآنِ مجید نے مقتول کے لیے لفظ "غلام" استعمال کیا ہے۔ جو کہ بالغ اور نابالغ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور اہلِ زبان سے اس امر کی صراحت یوں منقول ہے:

"قِيْلَ اَصْلُهٗ (غُلَامٌ) مِنَ الْاِغْتِلَامِ وَهُوَ شِدَّةُ الشَّبَقِ وَ ذٰلِكَ اِنَّمَا يَكُوْنُ فِي الشَّبَابِ الَّذِيْنَ قَدْ بَلَغُوا الْحُلُمَ"[1]

یعنی غلام کا مادۂ اشتقاق اغتلام ہے، جو کہ شدتِ شہوت سے عبارت ہے۔ اور وہ بالغ نوجوانوں میں ہی ہو سکتی ہے۔

لسان العرب میں ہے:

"اِغْتَلَمَ اِذَا هَاجَ فِي الشَّهْوَةِ وَالْغُلَامُ الطَّارُ الشَّارِبُ وَهُوَ مِنْ حِيْنَ يُوْلَدُ اِلٰى اَنْ يَّشِبَّ"[2]

کہ "اغتلم" کا مطلب شہوت کی انگیخت ہے۔ اور غلام اس نوجوان کو کہا جاتا ہے جس

---

[1] البحر المحیط: ۱۰۵/۶ بذیل مادہ (غلام)۔ [2] لسان العرب: ۳۶۶/۱۵، تاج العروس، ۵۰۴/۹
نیز دیکھئے رازی: التفسیر الکبیر ۱۱/۲۱...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مسیں بھیگ رہی ہوں، پیدا ہوتے سے لے کر جوانی تک کے عرصہ پر لفظِ "غلام" کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس امر کی تائید حدیث میں قصہ معراج کے ضمن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "... لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي"[۱] کے الفاظ استعمال فرمائے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچاس برس کے لگ بھگ تھی۔

امام شوکانیؒ غلام کے قتل کے سبب کے ضمن میں مختلف آراء کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"قِيلَ إِنَّهُ كَانَ بَالِغًا وَقَدِ اسْتَحَقَّ بِذٰلِكَ كُفْرًا، وَقِيلَ إِنَّهُ كَانَ يَقْطَعُ الطَّرِيقَ فَاسْتَحَقَّ الْقَتْلَ لِذٰلِكَ وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَا إِشْكَالَ فِي قَتْلِ الْخِضْرِ لَهُ إِذَا كَانَ بَالِغًا كَافِرًا أَوْ قَاطِعًا لِلطَّرِيقِ هٰذَا فِيمَا تَقْتَضِيهِ الشَّرِيعَةُ الْإِسْلَامِيَّةُ"[۲]

"ایک قول یہ ہے کہ وہ بالغ تھا اور کافر متحقق ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ڈاکو تھا، اس بناء پر قتل کا مستحق ٹھہرا۔ حاصل یہ کہ خضرؑ کے اسے قتل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، دریں حالیکہ وہ بالغ تھا، کافر تھا یا لٹیرا (بلکہ) یہ تو شریعت اسلامیہ کا عین تقاضا ہے۔"

امام رازیؒ رقمطراز ہیں:

"قِيلَ إِنَّ ذٰلِكَ الْغُلَامَ كَانَ بَالِغًا وَكَانَ يَقْطَعُ الطَّرِيقَ وَيُقْدِمُ عَلَى الْأَفْعَالِ الْمُنْكَرَةِ"[۳]

یعنی وہ غلام بالغ تھا، ڈاکہ زنی کے علاوہ دیگر جرائم کا ارتکاب بھی کیا کرتا تھا۔ اگر مذکورہ بالا موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے تو غلام کے قتل کا شرعی جواز موجود

---

[۱] صحیح بخاری حدیث ۱۵۱۳ [۲] فتح القدیر، ۳/۳۰۴۔

[۳] رازی: تفسیر کبیر ۲۱/۱۶۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا، اور وہ "فساد فی الارض" جیسے جرم کے بدلے انجام کار کو پہنچا۔ اگر اسے مزید مہلت دی جاتی تو اس کی فتنہ سامانیوں کا دائرہ مزید وسیع ہو جاتا حتیٰ کہ اس کے نیک خصلت والدین بھی اس کی تباہ کاریوں کا شکار ہو سکتے تھے۔ لہٰذا حکمتِ خداوندی کا تقاضا یہی تھا کہ اسے فی الفور گرفت میں لیا جائے اور اس کے ہاتھوں متوقع خطرات سے تحفظ کی ضمانت فراہم کی جائے۔

اور اس کے برعکس اگر یہ موقف درست تسلیم کر لیا جائے کہ مقتول (غلام) نابالغ اور شرعاً غیر مکلف تھا تو اس خیال کے حامل گروہ کو اس اشکال کا سامنا کرنا ہوگا کہ صرف اس بناء پر کہ چونکہ وہ مستقبل میں طغیان و سرکشی کا مرتکب ہوگا، کیا اس کے قتل کا شرعی جواز موجود تھا؟ —— اس حوالے سے اگر مفسرین کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگرچہ شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے یہ درست نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ دیگر شرائع میں یہ درست ہو، جن میں حضرت خضر (علیہ السلام) کی شریعت بھی شامل ہے۔ پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی شرعی دلیل ہے، لہٰذا وہ جب چاہے اور جو چاہے حکم جاری کر سکتا ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"......وَ اَمَّا اِذَا كَانَ الْغُلَامُ صَبِيًّا غَيْرَ بَالِغٍ فَقِيْلَ اِنَّ الْخِضْرَ عَلِمَ بِاِعْلَامِ اللهِ لَهٗ لَوْ صَارَ بَالِغًا لَكَانَ كَافِرًا يَتَسَبَّبُ عَنْ كُفْرِهٖ اِضْلَالَ اَبَوَيْهِ وَكُفْرِهِمَا وَهٰذَا وَاِنْ كَانَ ظَاهِرُ الشَّرِيْعَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ يَاْبَاهُ...... وَلٰكِنَّهٗ يَحِلُّ فِيْ شَرِيْعَةٍ اُخْرٰى...... وَيُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ لِلْخِضْرِ شَرِيْعَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ تُسَوِّغُ لَهٗ ذٰلِكَ"[۱]

یعنی اگر (غلام) بچہ تھا تو وجہِ قتل کے ضمن میں کہا جائے گا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے بطریقِ وحی معلوم کر لیا تھا کہ یہ بالغ ہو کر والدین کے کفر کا سبب بنے گا لہٰذا اسے قتل کر دیا جائے۔

[۱] شوکانیؒ: فتح القدیر ۳/۳۰۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگرچہ اس امر کی اجازت بظاہر شریعتِ محمدیہؐ میں نہیں ہے، لیکن ممکن ہے کہ کسی دوسری شرع میں جائز ہو، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف حضرت خضرؑ کی شرع میں ہی درست ہو۔

امام رازی اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں :

"اِنْ قِیْلَ هَلْ یَجُوْزُ الْاِقْدَامُ عَلٰی قَتْلِ الْاِنْسَانِ بِمِثْلِ هٰذَا الظَّنِّ؟ قُلْنَا اِذَا تَاَكَّدَ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ جَازَ۔" [1]

"اگر کہا جائے کہ کیا محض شبہ کی بنا پر کسی انسان کا قتل درست ہے؟ تو کہا جائے گا کہ : ہاں جب وحی کے ذریعہ شک یقین میں تبدیل ہو جائے تو درست ہے"

جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں :

"وَقِصَّةُ الْخِضْرِ تُحْمَلُ عَلٰی اَنَّهٗ كَانَ شَرْعًا مُّسْتَقِلًّا بِهٖ وَهُوَ نَبِیٌّ وَّلَیْسَ فِیْ شَرِیْعَةِ مُوْسٰی اَیْضًا وَلِذَا اَنْكَرَهٗ۔" [2]

کہ "قصۂ خضرؑ کو (قتلِ غلام کے سلسلے میں) اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ چونکہ وہ نبی تھے لہٰذا یہ ان کے لیے ایک مستقل قانونِ شرعی کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ بات شریعتِ موسوی میں نہیں تھی لہٰذا موسیٰؑ نے اس پر انکار کیا۔"

الغرض 'قتلِ غلام' وحی الٰہی کی روشنی میں ہوا، اور حکمِ خداوندی ہی اصل شریعت اور قانون ہے اور وہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا اور جب چاہے اسے واپس لے سکتا ہے۔

اس موقف کی تائید کے لیے اس ارشادِ ربانی میں بھی اشارہ موجود ہے :

"وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔" (الکہف ۸۲)

کہ "جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اپنی مرضی سے نہیں (بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کیا ہے)"

(۳) یہ بات نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ حضرت خضرؑ کا ذریعۂ علم وحی الٰہی تھا، اور ان کے جملہ تصرفات آسمانی ہدایت کا نتیجہ تھے، چنانچہ ارشادِ خداوندی "وَمَا فَعَلْتُهٗ"

---

[1] رازی : تفسیر کبیر ۲۱/۱۶۱

[2] تفسیر قاسمی : ۷/۷۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَنْ اَمْرِیْ" اس امر کی واضح دلیل ہے۔

(۴) یہ سوال کہ اس قتل کا قصاص کس کے ذمہ ہے؟ اور اس کا قصاص کس نے ادا کیا؟ تو اس کا جواب مذکورہ بالا سطور میں آچکا ہے۔ اس لیے کہ قصاص کا مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے، جب حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے محض ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے انسانی خون کی حرمت کو پامال کیا جائے۔ مقاصدِ شرعیہ کی تکمیل کے نتیجے میں ہونے والے قتل کے بارے قصاص کا سوال ہی بے معنی ہے۔

(۵) لڑکے کو قتل اس لیے کیا گیا کہ اس کی طبعی عمر پوری ہو چکی تھی، اگر اس کی عمر باقی ہوتی تو قتل کا امکان بھی پیدا نہ ہوتا۔

(۶) ایسے سوالات اور ان کے جوابات مقاصدِ شریعت سے خارج ہیں، مطلوبہ امور کی تعیین میں کتاب اللہ بالکل خاموش ہے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آثارِ صحابہؓ اور تاریخی روایات بھی اس بارے ہماری کوئی راہنمائی نہیں کرتیں۔ ہم اس امر کے پابند نہیں ہیں کہ ہر نبی کے بارے اس کی زندگی اور وفات کے حوالے سے جملہ معلومات اکٹھی کریں۔ سلسلہ انبیاءؑ میں کتنے ہی ایسے اصحاب ہیں کہ ہم ان کی تاریخِ پیدائش و وفات اور مقامِ تدفین وغیرہ ایسے امور سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے۔

اور اگر یہ سوالات اس مفروضہ کی پیداوار ہیں کہ خضرؑ ابھی تک زندہ ہیں، اور اس بناء پر "عمرِ خضر" ایسی اصطلاحات بھی ایجاد کی جا چکی ہیں، تو یہ بات بلا دلیل ہے۔ حضرت خضرؑ اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ چنانچہ ابوحیان لکھتے ہیں:

"اَلْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّهٗ مَاتَ"[1]

"جمہور حضرت خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں"

چنانچہ امام ابنِ قیمؒ کا دعویٰ ہے کہ امام ابنِ تیمیہؒ، امام بخاریؒ، ابنِ کثیرؒ، ابنِ جوزیؒ، قاضی ابویعلیٰ حنبلیؒ، ابوطاہر بن الغباریؒ، علی بن موسیٰ الرضاؒ، ابوالفضل مرسیؒ، قاضی ابوبکر بن العربیؒ، ابوبکر محمد بن الحسنؒ، جیسے جلیل القدر محدثین اور مفسرین ان

---

[1] الاصابہ ۱/۴۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی موت کے قائل ہیں۔[۱]

مذکورہ بالا حضرات نے اپنے اس معقول موقف کی تائید میں کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دلائل پیش کئے ہیں، ان میں سے اہم تر یہ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ - الآية!" (الانبیاء: ۳۴)

"ہم نے آپؐ سے قبل کے کسی بھی انسان کو ابدی زندگی نہیں دی"

لہٰذا اگر قوانینِ فطرت کے پس منظر میں "حیاتِ خضرؑ" جیسے عقیدہ کا جائزہ لیا جائے تو اسے ایک خرافی اور باطل عقیدہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس افسانوی نظریہ کی تقویت کے لیے متعدد روایات بھی تراش لی گئی ہیں، جو کہ کسی طرح بھی جرح و تعدیل کے مسلّمہ قواعد و ضوابط پر پوری نہیں اترتیں، چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ ایسی روایات کو تفصیل سے نقل کرنے کے بعد محاکمانہ انداز میں رقمطراز ہیں:

"وَجَمِيعُ مَا وَرَدَ فِي حَيَاتِهِ لَا يَصِحُّ مِنْهَا شَيْءٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ النَّقْلِ"[۲]

کہ "حیاتِ خضر علیہ السلام کے بارے وارده جملہ روایات بالاتفاق غیر صحیح ہیں۔"

امام ابوالفرج الجوزیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام "عُجَالَةُ الْمُنْتَظِرِ فِي شَرْحِ حَالَةِ الْخَضِرِ" تحریر کیا ہے، جس میں آپ حیاتِ خضرؑ سے متعلقہ روایات نقل کرنے کے بعد ان پر مبصرانہ رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان میں سے اکثر موضوع اور بقیہ ضعیف ہیں لہٰذا قابلِ اعتماد نہیں۔"[۳]

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ہم علیٰ وجہ البصیرت اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام، موت و حیات سے متعلق فطری قوانین کی رو سے اپنی طبعی عمر پوری کرنے کے بعد وادیٔ موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

[۱] بحوالہ سوہاروی: قصص النبیین ۱/۷۴۵، البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۳۵ [۲] الاصابۃ ۱/۴۴۴، نیز فتح الباری ۶/۴۳۵

[۳] بحوالہ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۳۴

© rasailojaraid.com